بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

079: ترازو پر ایمان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں آخرت پر ایمان کے تعلق سے اور آخرت پر ایمان میں جو معاملات ہیں اُن میں سے ہم چار چیزوں پر بات کر چکے ہیں، اور آج کی نشست میں پانچویں نمبر پر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الأمر الخامس مما يكون يوم القيامة'' (پانچویں چیز جو قیامت کے دن ہوگی) ''ما ذكره بقوله'' (یہ وہ ہے جس کو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے) ''فتُنْصَبُ المَوازِينُ فتُوزَنُ بِهَا أعْمالُ العِبادِ'' (ترازو رکھ دیئے جائیں گے اور لوگوں کے (یا بندوں کے) اعمال تولے جائیں گے اُس ترازو میں)۔

تو آج کی نشست میں ترازو پر ایمان کے تعلق سے چند اہم باتیں کرتے ہیں، یعنی "آخرت پر ایمان" جب ہم بات کرتے ہیں جو ارکان ایمان کا پانچواں رکن ہے اس پانچویں رکن میں مختلف چیزیں ہیں جن پر ایمان رکھنا فرض ہے؛ یاد ہے پہلی چار کون سی ہیں جو گزر چکی ہیں؟

1- سب سے پہلے: ''فتُعادُ الأرْواحُ إلى الأجْسادِ'' (شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) نے جو بیان کیا ہے: روحیں دوبارہ جسم میں زندہ واپس آئیں گی اور زندہ ہو جائیں گی)۔ یعنی "البعث بعد الموت": سب سے پہلے قیامت کے دن یا آخرت پر ایمان کے تعلق سے بعث پر ایمان ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔

2- اس کے بعد دوسرے نمبر پر کیا تھا کس حالت میں؟ ''حُفَاةً عُراةً غُرْلًا'' (ننگے پاؤں بغیر جوتی کے، برہنہ بدن بغیر کپڑوں کے، اور غُرْلًا جسم کے مکمل حصے یعنی جس کا ختنہ ہو گیا دنیا میں وہ ٹکڑا بھی جِلد کا واپس کر دیا جائے گا)۔

3- تیسرا کیا تھا؟ سورج قریب ہو جائے گا ایک میل کے فاصلے پر۔

4- چوتھے نمبر پر، لوگ پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے اور یہ اعمال کی مناسبت سے ہو گا، جس کے بُرے اعمال زیادہ ہوں گے اُس کا پسینہ زیادہ ہو گا جس کے بُرے اعمال کم ہوں گے اُس کا پسینہ کم ہو گا۔

آج کی نشست میں ہم پانچویں چیز پر بات کر رہے ہیں "ترازو پر ایمان"۔

ترازو رکھ دیئے جائیں گے: رکھے گا کون ترازو؟ نصب کون کرے گا؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ترازو رکھ دے گا تاکہ بندوں کے اعمال تولے جائیں؛ اور موازین جمع ہے میزان کی، اور بعض نصوص میں اِفراد کے صیغے سے میزان کا لفظ بھی ہے، تو یہ میزان ہے یا موازین ہے یعنی ایک ترازو ہو گا یا بہت سارے ترازو ہوں گے جن میں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

جمع کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الانبیاء آیت نمبر 47 میں: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (اور ہم رکھیں گے عدل کے ترازو قیامت کے دن کے لیے): اور لفظ ہے ﴿الْمَوَازِيْنَ﴾، جمع میزان ہے۔

اور دوسری آیت میں سورۃ الاعراف آیت نمبر 8 اور 9 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ إلي آخر الآية۔

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ﴾ (جس دن وزن حق ہو گا) ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (پس جن کے ترازو بھاری ہو جائیں گے وہی فلاح پانے والے ہیں) ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ (اور جن کے ترازو جو ہیں ہلکے ہو جائیں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں)۔

ان آیات میں صیغہ جو ہے جمع کا ہے "موازین" کا لفظ ہے۔

اور اِفراد کا صیغہ جو ہے اُس کی دلیل متفق علیہ حدیث میں (اور یہ صحیح بخاری کی آخری حدیث ہے) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي المِيزَانِ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ العَظِيمِ''۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے یہ اور اس میں لفظ کون سا ہے؟ میزان مفرد ہے؛ آیات میں گزر چکا ہے "موازین" کا لفظ ہے اور یہاں پر "میزان" ہے، اور یہ بڑی عظیم حدیث ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تعلق سے ''سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ العَظِيمِ'' کے ذکر کا آپ ورد کرتے رہیں اس کا جو فائدہ ہے کہ دو خفیف (یعنی دو چھوٹے) سے جملے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو رحمٰن کو بہت پسند ہیں، زبان پر ہلکے ہیں اور ترازو میں بہت بھاری ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ''سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ'' زمین و آسمان کے مابین کو بھر دیتا ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَحَبُّ الكَلَامِ إِلى اللهِ"، سب سے زیادہ پسند ہے اللہ تعالیٰ کو۔

کتنی دیر لگتی ہے پڑھنے میں سُبْحانَ اللهِ وبِحَمْدِهِ، سُبْحانَ اللهِ العَظِيمِ؟! (سبحان اللہ)۔

تو حدیث میں لفظ ہے "المِيزانِ": فأفرد: مفرد ہے۔

تو کیسے جمع کر سکتے ہیں ہم قرآن مجید کی آیات میں جمع کا لفظ ہے حدیث میں مفرد کا لفظ ہے؟!

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس کا جمع یوں ہے "جمعت باعتبار الموزون" (جسے تولا جائے گا وہ ایک سے زیادہ ہے)؛ جمع ہے جس چیز کو تولا جائے گا (متعدد ہے) اور مفرد ہے "باعتبار أن الميزان واحد" (ترازو کے اعتبار سے مفرد ہے)۔

جو چیز ترازو میں تولی جائے گی وہ ایک سے زیادہ متعدد ہے اس لیے صیغہ جو ہے جمع کا ہے۔

یا ہر اُمت کا الگ میزان ہے: "أو ميزان كل أمة": اس اعتبار سے بھی جمع ہو سکتا ہے۔

یعنی جمع کے صیغے کی دو وجوہات ہیں:

1- پہلی وجہ یہ ہے کہ جو چیز تولی جائے گی وہ صرف ایک چیز نہیں ہو گی (جیسے آگے تفصیل سے بیان آئے گا) تو اس اعتبار سے جمع ہے موازین ہے۔

2- اور دوسری وجہ جمع کے صیغے کی کہ جو باقی امتیں ہیں اُن کے الگ الگ ترازو ہوں گے یا نہیں ہوں گے اس پر پھر آگے شیخ صاحب بتاتے ہیں کہ توقف ہے کیونکہ جو اُجر ہے اعمال کا سب سے زیادہ اُجر کس امت کو ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو (امت محمد علیہ الصلاۃ والسلام کو)، باقی امتوں میں اُجر ہے، جب اُجر میں فرق ہے تو ترازو میں بھی فرق ہونا چاہیے یہ علماء کا قول ہے اس لیے یہ بھی کہا گیا ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہر امت کا اپنا اپنا ترازو ہو گا، تو اس اعتبار سے ترازو کی جمع ہے موازین جو ہے۔

تو جمع کے صیغے کی دو وجوہات ہیں: (۱) جو چیز تولی جائے گی اُس اعتبار سے جمع ہے۔ (۲) باقی امتوں کے بھی جو ترازو ہیں ایک سے زیادہ ہوں گے۔

مفرد ترازو کے اعتبار سے ہے جس چیز میں یعنی تولا جائے گا جو خود ترازو ہے، تو یہ مفرد ہو گا ایک ہو گا کیونکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ توقف سے ہم کام لیتے ہیں کیونکہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ باقی امتوں کے الگ الگ سے ترازو ہوں گے کیونکہ یہ معاملات علم غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور قاعدہ کیا ہے علم غیب کے تعلق سے ؟ بغیر دلیل کے کوئی بات نہیں کر سکتے اگر علم نہیں ہے تو ہم توقف سے کام لیتے ہیں (آگے اس کی مختصر سی تفصیل آئے گی)۔

یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ (شیخ صاحب فرماتے ہیں): ''ثقيلتانِ في الميزانِ: أي في الوزن'': وزن میں بہت ثقیل ہوں گے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے ''والله أعلم'' کہ ترازو ایک ہی ہے اور جمع جو ہے وہ ''باعتبار الموزون'' ہے (جو چیز ترازو میں تولی جائے گی اُس اعتبار سے)؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ﴾ (یعنی جو چیز تولی جائے گی) (الاعراف:8)؛ لیکن اس میں توقف ہے انسان کو توقف کرنا چاہیے کہ تمام امتوں کا ایک ہی ترازو ہو گا یا ہر امت کا الگ الگ ترازو ہو گا کیونکہ جیسا کہ نصوص میں دلائل موجود ہیں کہ اُمتوں کا جو اُجر ہے یا اُمتیں مختلف ہیں اُجر کے اعتبار سے؛ تو اس اعتبار سے ترازو بھی مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس پر توقف کرنا چاہیے کیونکہ اس کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

''تُنْصَبُ المَوَازِينُ'': شیخ الاسلام کا یہ جملہ جو ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ظاہر سے یہ لگتا ہے کہ ''ظاهره أنها موازين حسية'' ظاہر یہ ہے کہ موازین جو ہیں حسّی ہیں (یعنی حقیقی ہیں) اور وزن جو ہے جیسا کہ معہود ہے جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں "راجح اور مرجوح" ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں ہمیشہ۔

جو ہم چیزیں تولتے ہیں اب تو الیکٹرونک (Electronic) آگئی ہیں بڑے آسان ڈیجیٹل (Digital) آگئے ہیں لیکن عام طور پر جو ترازو ہوا کرتے تھے جو معروف ترازو ہیں آج بھی استعمال ہوتے ہیں بہت ساری جگہوں پر جو دو پلڑے والے ہوتے ہیں آپ اُٹھاتے ہیں درمیان سے اُس کا ہُک (Hook) ہوتا ہے اور دو پلڑے ہوتے ہیں اُس میں راجح اور مرجوح ہوتا ہے، جس کا وزن بھاری ہوتا ہے وہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، جس کا وزن کم ہوتا ہے اوپر کی طرف ہوتا ہے (تو اس سے راجح یعنی نیچے ہے، مرجوح یعنی اوپر والا جو ہے) اور یہ حسّی میزان اس طریقے کا ہو گا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں وجہ کیا ہے؟ کیونکہ جو اصل ہے جو بھی الفاظ قرآن اور سنت میں موجود ہیں انہیں حمل کیا جاتا ہے جو معہود اور معروف ہے لوگوں کی سمجھ کے مطابق۔ ترازو کے لفظ سے لوگ کیا سمجھتے ہیں؟ جب ترازو کی بات آتی ہے آپ کے ذہن میں کیا آتا ہے سب سے پہلے؟ تولنے والی چیز جس کو تولا جاتا ہے ترازو اُس کو کہتے ہیں نا۔ آپ کے ذہن میں کبھی گھڑی آسکتی ہے؟ کبھی عینک آسکتی ہے؟ کبھی ٹوپی آسکتی ہے؟ کیوں نہیں آسکتی؟ کیونکہ ترازو کے لفظ میں کبھی عینک کا تصور ہو نہیں سکتا نہ گھڑی کا ہو سکتا ہے۔ کس چیز کا ہوتا ہے؟ وہی ترازو جس پر تولا جاتا ہے۔

اگر یہ جو ڈیجیٹل (Digital) ترازو ہیں یہ نہ ہوتے جو آج کل موجود ہیں تو آپ کے ذہن میں کون سا ترازو آتا ہے ؟ وہی جو دو پلڑے والا ہے نا جو اُس زمانے میں بھی استعمال کیا تھا؛ یعنی جب یہ قرآن کی آیات نازل ہوئیں، جو احادیث جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو ترازو کا ذکر آیا ہے تو کبھی ڈیجیٹل (Digital) کوئی ذہن میں تھا کہ کبھی ڈیجیٹل (Digital) ترازو بھی آئے گا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

تو کون سا ترازو ہے ؟ جو پلڑے والا ہے (میں وجہ بتاتا ہوں وجہ کیا ہے)۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: اصل بات یہ ہے کہ قرآن اور سنت کے الفاظ جو ہیں جو معہود اور معروف لوگوں کی سمجھ کے مطابق ہیں اسی پر انہیں حمل کیا جاتا ہے اس کے مطابق اسے بیان کیا جاتا ہے اِلّا کہ کوئی دلیل ہو اِس کے خلاف کہ اصل معنی یہ مراد نہیں ہے کوئی اور معنی مراد ہے، پھر ہم دلیل کو لے لیں گے نا کہ جو معہود اور معروف ہے اُس کو ہم پکڑیں گے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ جب سے قرآن مجید نازل ہوا ہے آج کے دن تک (یوم حاضر تک) ترازو کے لفظ میں یہی معنی موجود ہے کہ یہ وہ آلہ ہے جس میں چیزیں تولی جاتی ہیں اور جس کے دو پلڑے ہیں جس میں راجح اور مرجوح ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے ترازو کی اور کہا کہ ترازو جو ہے حقیقی ترازو نہیں ہے اُن میں سے معتزلہ ہے (یاد رکھیں معتزلہ ایک بدعتی گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکاری بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے)۔

ہم جب بات کرتے ہیں عقیدے کے مسائل میں ہم بیان کر رہے ہوتے ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے، اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی جب ہم بات کرتے ہیں تو پھر جو باطل عقائد ہیں اُن کا ذکر بھی کرتے ہیں تاکہ اُن سے بچا جاسکے، آپ کو یہ تو پتہ ہے کہ آپ کا صحیح عقیدہ کیا ہے تاکہ اُسے مضبوطی سے تھامیں، اِس کے ساتھ یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ کون سے باطل عقائد ہیں یہ کون سے وہ گروہ ہیں جو باطل ہیں تاکہ اُن سے بچا جاسکے۔

تو "معتزلہ" ترازو کے تعلق سے جو اُن کا عقیدہ ہے شاید یہ بات ساتھی پہلی دفعہ سُن رہے ہوں گے کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ "خلق القرآن" قرآن مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے منکر ہیں، تقدیر کے منکر ہیں (یہ معتزلہ کی جو بدعقیدگی ہے)، ان میں سے ترازو کے تعلق سے کہتے ہیں معتزلہ جو ہیں: کہ جو ترازو ہے وہ حقیقی حسّی ترازو نہیں ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے گن بھی چکا ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ یعنی حساب بھی لے گا، اور جس

ترازو کا ذکر قرآن اور سنت میں آیا ہے یہ معنی کے اعتبار سے اسے ترازو کہا گیا ہے حقیقتاً اُس سے مراد عدل وانصاف ہے (ترازو سے مراد عدل وانصاف ہے) نا کہ حقیقتاً ترازو ہے جس میں چیزوں کو تولا جائے گا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔

باطل کیوں ہے اب اس کی دلیل دیکھیں کیوں باطل ہے:

(۱) سب سے پہلے کہ جو نص ہے یعنی جو دلیل ہے قرآن اور سنت میں اُس کے ظاہر کے مخالف ہے۔

(۲) اجماع سلف کے مخالف ہے (صحابہ اور سلف کے اجماع کے مخالف ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور اگر ہم یہ کہیں کہ ترازو سے جو مراد ہے اس کا معنی ہے نا کہ حقیقی ہے اور ترازو سے مراد صرف عدل وانصاف ہے تو پھر ترازو سے تعبیر کرنے کی ضرورت کیا ہے؟! تو ہمیں عدل وانصاف سے تعبیر کرنی چاہیے نا! کیونکہ ترازو کا لفظ زیادہ محبوب ہے نفس کو یا عدل وانصاف کا لفظ زیادہ محبوب ہے زیادہ پسند کون سا لفظ کیا جاتا ہے؟ عدل وانصاف کیا جاتا ہے نا!

تو کیا ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس لفظ کو جو زیادہ پسندیدہ ہے انسان کے لیے اُس سے ہٹ کر ایسا دوسرا لفظ استعمال کیا جو زیادہ پسندیدہ نہیں ہے؟! اور جس میں یعنی ایک معنی سے زیادہ بھی اُس سے مراد ہو سکے یا اختلاف کا باعث بھی بنے؟! کوئی کہتا ہے کہ ترازو حقیقی ہے کوئی کہتا ہے ترازو نہیں ہے!

تو اگر یہی مراد ہوتا کہ اس سے عدل وانصاف مراد ہے تو اللہ تعالیٰ بیان کر دیتا عدل کا لفظ کیونکہ عدل کا لفظ عربی لفظ ہے نا تو ترازو کی جگہ عدل کا لفظ ہونا چاہیے تھا تو ترازو کا لفظ کیوں ہے؟! جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (النحل:90)؛ تو عدل کا لفظ موجود ہے قرآن موجود میں اگر یہاں پر بھی عدل کا لفظ مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ عدل کا لفظ ہی بیان فرماتا نا کہ ترازو کا لفظ۔

پھر ایک اور مسئلے میں اختلاف ہوا ہے؛ معتزلہ کا سب سے زیادہ اختلاف ہوا ہے اور بھی گروہ ہیں لیکن اس کو یاد رکھیں آسانی کے لیے شیخ صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے میں بھی اسی کا ذکر کرتا ہوں ورنہ کچھ اور گروہ بھی ہیں۔

پھر بعض علماء نے کہا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (جب علماء کی بات آتی ہے یعنی اہل سنت میں سے بعض نے کہا ہے)، جو رجحان ہے وہ اس پلڑے کا ہے جو بلند (اوپر) ہو گا۔

(عام طور پر جو رجان ہوتا ہے وہ اُس کا ہوتا ہے جو نیچے ہوتا ہے؛ جب آپ کوئی چیز وزن کرتے ہیں دو پلڑے والے ترازو میں تو زیادہ جو بھاری ہوتا ہے وہ نیچے کی طرف ہوتا ہے گریوٹی (Gravity) کی وجہ سے)۔

تو بعض علماء نے یہ کہا ہے کیونکہ نیک اعمال تُل رہے ہیں تو جو راجح ہے وہ اوپر ہونا چاہیے کیونکہ نیک اعمال جو ہیں اوپر کی طرف لے کر جاتے ہیں نا کہ نیچے کی طرف ہونا چاہیے، تو اس پر تھوڑا سا یعنی بعض علماء نے اس پر بھی بات کی ہے کیونکہ لفظ ترازو کا تو آیا ہے لیکن یہ کون سا اوپر کون سا نیچے ہو گا؟ اعمال کا بار ہوتا ہے تو جو بھاری ہو گا نیچے کی طرف یا اوپر کی طرف ہو گا اس پر واضح نصوص نہیں ہیں اُن کے مطابق۔ اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ جو پلڑا بھاری ہو گا اعمال صالحہ کا وہ اوپر ہو گا نا کہ نیچے ہو گا۔

اس کے جواب میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ ہم وزن کو اُس کے ظاہر پر جاری کریں گے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ جو پلڑا نیچے کی طرف آتا ہے وہی بھاری ہے نا کہ وہ جو اوپر کی طرف آتا ہے۔

اور اس کی دلیل بھی ہے دیکھیں ایسے ہی نہیں ہے نا! دلیل کیا ہے جانتا ہے کوئی صحیح بخاری کی حدیث میں؟ بطاقۃ والی حدیث؛ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کا حساب لے گا وہ شخص پریشان ہو گا، اُس کے نامۂ اعمال جو ہیں ننانوے (99) ہوں گے۔

سجل کسے کہتے ہیں؟ وہ جو یاد ہے پیپر رول ہوتے ہیں، ابھی تو پیپر کتاب کی شکل میں ہے نا؛ وہ جو رولڈ اسکرول (Rolled Scroll) ہوتا ہے نا عام طور پر یہ پیپر استعمال ہوتے تھے پچھلے زمانے میں، اب تو کتابی شکل آگئی ہے تو پیج اے فور (A4) سائز کا آگیا ہے یا اے فائیو (A5) کے سائز کا آگیا ہے یا جو اس سے بڑا چھوٹا آگیا ہے، پہلے اسکرولز (Scrolls) ہوتے تھے لمبے لمبے اب ختم ہو گئے ہیں۔

تو اُس کی جو سجل ہو گئی ہے کہتے ہیں "مَدّ الْبَصَرِ": جہاں تک اُس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک کھولے جائیں گے اور ایک نہیں ننانوے (99) ہوں گے؛ اب وہ دیکھ رہا ہے اُس میں سب جو ہیں نا بُرائیاں ہی بُرائیاں ہیں ساری جو اُس نے کی ہیں اب وہ پریشان ہو گا کہ کیا ہو گا میرا؟! تو اللہ تعالیٰ اُس سے کہے گا کہ تمہارا عمل کوئی صالح کبھی تُو نے کوئی نیکی بھی کی ہے کہ نہیں؟! اُسے پتہ ہے کہ اب تو مارا گیا ہے کچھ بھی سامنے نظر نہیں آرہا ہے جہاں تک نگاہ جا رہی ہے سیاہی ہی سیاہی ہے ساری (بُرے اعمال ہیں)۔

کہتا ہے اللہ تعالیٰ! نہیں کچھ بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "کہ نہیں آج تیرے ساتھ انصاف ہو گا"، ایک چھوٹی سی ایسے پرچی ہو گی جسے بطاقۃ کہتے ہیں (بطاقۃ عام طور پر کارڈ کو کہتے ہیں آپ کا جو آئی ڈی کارڈ (Id card) وغیرہ ہے اس سائز کا تقریباً) وہ لایا

جائے گا اور ننانوے (99) اس کے یہ جو سجلّات ہیں (یا جو اس کے پیپرز ہیں جو اسکرولز (Scrolls) ہیں جو اس کے نامۂ اعمال ہیں) ایک پلڑے پر رکھ دیئے جائیں گے اور دوسرے پلڑے پر جو ہے صرف یہ ایک بطاقۃ رکھ دیا جائے گا؛ حدیث کے الفاظ ہیں : "تَطِيشُ بِهَا سِجِلّات" اُڑ جائیں گے (یاد ہے چیزیں اُڑ جاتی ہیں)، اتنا بھاری ہو گا یہ بطاقۃ جو ہے کہ اُس کے ننانوے (99) جو نامۂ اعمال کے سجل ہیں وہ سب اُڑ جائیں گے (تَطِيشُ بِهَا اُڑ جائیں گے) اتنا بھاری ہو گا، اُس میں لکھا ہو گا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ"؛ یہ وزن ہے لا اِلہ اِلا اللہ کا اور اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت کر دے گا (سبحان اللہ)۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے کہ اُسے حسرت اور ندامت، دنیا میں کچھ اعمال بھی کیے ہیں جو بھی ہے لیکن (سبحان اللہ)، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ برائیاں کرتے رہو اور پھر آپ کو کلمہ توحید کی بنیاد پر آپ جو ہیں نا کہو میرے ساتھ بھی ایسے ہو گا؛ نہیں! یہ خاص اُس بندے کے لیے خاص رحمت تھی اللہ تعالیٰ کی، ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہمارے اعمال کیسے ہیں یہ ہم جانتے ہیں یا ہمارا ربّ جانتا ہے اس لیے اس دھوکے میں کبھی نہ رہیں!

کچھ لوگ ہیں نا کہ چوری بھی کر لو ڈکیتی بھی کر لو، بدکاری بھی کر لو، ظلم بھی کر لو، والدین سے بدسلوکی بھی کر لو، قطع رحمی بھی کر لو رشتہ بھی توڑ دو، بداخلاقی بھی کرتے رہو، بس کلمہ ہے نا تمہارے پاس نجات ہو جائے گی!

کبھی بھی کوئی عقلمند سمجھدار یہ بات کر نہیں سکتا مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے!

دیکھیں لفظ تقویٰ کا کیوں ہے ﴿اتَّقُوا اللهَ﴾(آل عمران:102)؟ جمعے کے خطبات میں ﴿اتَّقُوا اللهَ﴾ کیوں لفظ ہے؟ تقویٰ کا جو بنیادی لفظ ہے نا "تقویٰ" (ڈر اور بچاؤ) تو مومن ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اپنے ربّ سے ڈرتا رہتا ہے؛ اور اس خوف کا دنیا میں ہمیشہ قاعدہ یہ ہے کہ عبادت کے تین ارکان ہیں؛ محبت ہے، خوف ہے، امید ہے۔

محبت ہمیشہ کے لیے جیسے پرندہ ہے اُس کے دو پَر ہوتے ہیں؛ جسم محبت ہے، ایک پَر میں امید، ایک پَر میں خوف ہے، اگر پرندے کا ایک پَر آپ نیچے کر دیں تو پرندہ پرندہ نہیں رہے گا اُڑ نہیں سکتا وہ۔

تو مومن کی اُڑان ہمیشہ اِن تین چیزوں سے ہوتی ہے عبادت سے علماء کہتے ہیں کہ اِن میں سے غالب مغلوب کون سا ہونا چاہیے؟ سب برابر ہونے چاہیئں : دنیا میں اچھے حالات میں تندرستی میں خوف کو غالب تھوڑا سا ہونا چاہیے ڈرتے رہنا چاہیے؛ جب بیماری ہو تکلیف ہو یا موت کا قرب ہو، یا کوئی ایسی موذی بیماری ہو تو پھر امید کا پلڑا تھوڑا سا بھاری ہونا چاہیے؛ لیکن ہونے ہمیشہ تینوں چاہیئں۔

سوال: ایمان کہاں ہے اس میں؟

جواب: عبادت کے ارکان جو ہیں ان کی بات میں نے کی ہے۔

تو اس حدیث سے یہ ثابت ہوا اصل جو بات ہو رہی تھی بطاقۃ کی حدیث سے جو بھاری پلڑا ہے وہ اوپر ہو گا یا نیچے ہو؟

بعض علماء کا جو اختلاف ہوا کہ نیک اعمال کا جو پلڑا ہے وہ اوپر کو ہونا چاہیے کیونکہ نیک اعمال انسان کو بلندی پر لے کر جاتے ہیں؛ اگرچہ ترازو کی بات ہے دو پلڑے بھی مان لیے ہیں ترازو بھی مان لیا ہے لیکن اس بات پر اختلاف کیا ہے کہ جو بھاری پلڑا ہے اُسے اوپر ہونا چاہیے نا کہ نیچے کیونکہ وہاں پر گریوٹی (Gravity) تو ہو گی نہیں قیامت کے دن؛ کہاں سے گریوٹی (Gravity) کا کام ہے؟!

دیکھیں جو حدیث میں آیا ہے (بطاقۃ کی حدیث میں) کہ جس پلڑے میں یہ بطاقۃ رکھا جائے گا یہ ٹکڑا جو ہے کاغذ کا وہ نیچے ہو گا اور "تطیش" اوپر کی طرف اُڑ جائیں گے؛ اُڑنے کا مطلب اوپر کی طرف یا نیچے کی طرف اُڑتے ہیں کس طرف اُڑتے ہیں تطیش؟! اس لیے وہ نیچے آئے گا تو باقی اسکرولز (Scrolls) جو ہیں وہ اوپر جائیں گے۔

"فَتوزَنُ بِها أعْمالُ العِبادِ": شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں پر ایک چیز کا ذکر کیا ہے کہ جو چیز تولی جائے گی (اب ترازو کی بات ہو گئی، پلڑے دو ہوں گے (حقیقی ترازو ہے یہاں تک))؛ اب اس کی ہم بات کر رہے ہیں کہ کیا چیز تولی جائے گی؟

شیخ الاسلام نے کہا اعمال: "فَتوزَنُ بِها أعْمالُ العِبادِ": شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں دو مبحث ہیں جن کو دیکھنا چاہیے دو چیزوں پر:

(۱) عمل کیسے تولا جائے گا جبکہ عمل کوئی جسم نہیں جسے تولا جائے گا، کوئی محسوس چیز نہیں ہے؟ آپ نے نماز پڑھی ہے عمل کیا ہے اُس عمل کا جو اُجر ہے وہ کیا محسوس ہے؟ آپ اسے تول سکتے ہیں اسے ناپ سکتے ہیں؟ نہیں ناپ سکتے نا! پھر تولا کیسے جائے گا؟ تو ایک یہ بات ہے، یعنی بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے (یعنی جو مخالفین ہیں)۔

اس کا جواب یہ ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے قیامت کے دن ان اعمال کا جو اُجر ہے یہ یعنی جسم کے مانند ہو جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے ناممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے "**واللہ علی کل شيء قدير**"۔

اس کی دلیل کیا ہے اور مثال بھی ہے اس کی؟ "موت": موت دیکھیں موت کوئی محسوس چیز ہے؟ کیا موت کو آپ محسوس کر سکتے ہیں؟ موت حقیقت ہے کہ نہیں؟ حقیقت ہے۔ کوئی انکار کر سکتا ہے؟ حدیث میں کیا آیا ہے؟ کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اُسے ذبح کیا جائے گا۔ یعنی جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے پھر اعلان ہو گا کہ جنتی ہمیشہ جنت میں اور دوزخی ہمیشہ دوزخ میں۔ موت کہاں ہے پھر یعنی موت تو نہیں آئے گی؟! پھر موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا (دنبہ، مینڈھا جو ہوتا ہے جانور اُس کی شکل میں لایا جائے گا)، پھر موت کو ذبح کیا جائے گا، اعلان ہو گا کہ آج کے بعد پھر موت ہے ہی نہیں، ہمیشہ کی زندگی ہے اہل جنت کے لیے جنت میں اور اہل دوزخ کے لیے دوزخ میں (نعوذ باللہ)۔ تو اس کی یہ دلیل ہے کہ اعمال کے بھی قیامت کے دن ایسے کوئی جسم ہوں گے جن کو تولا جائے گا۔

(۲) دوسری چیز شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ مصنف (یعنی شیخ الاسلام) نے عمل کا ذکر کیا ہے چاہے اچھا ہو یا بُرا ہو دونوں کو تولا جائے گا (خیر ہو یا شر ہو دونوں کو تولا جائے گا) اور قرآن مجید کے ظاہر سے یہی معنی موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے سورۃ الزلزلۃ آیت نمبر 6 تا 8: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞﴾: اس میں واضح ہے کہ عمل کو تولا جائے گا چاہے اچھا ہو یا بُرا ہو۔

یعنی ﴿مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ذرّہ جانتے ہیں؟ چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور اُس سے کم سائنس میں جائیں تو ذرّہ ایٹم کو بھی کہتے ہیں؛ یعنی اگر چیونٹی کو ہی لے لیں جو ظاہر ہے عام طور پر ذرّہ، آپ کا جو بھی عمل ہے چاہے اچھا ہے یا بُرا ہے واللہ ضائع نہیں ہو رہا یاد رکھیں! عمل ضائع نہیں ہوتا عمل محفوظ ہو رہا ہے اور یہ عمل تُلے گا قیامت کے دن۔ یعنی اس آیت میں یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ ترازو کتنا سینسیٹو (Sensitive) ہے کہ ذرّے کو بھی تولے گا، ذرّے کے وزن کا بھی حساب ہو گا اور ایک ذرّے کی وجہ سے کوئی شخص جنت میں بھی جا سکتا ہے یا دوزخ میں بھی جا سکتا ہے اس لیے کم سے کم اعمال کو کبھی حقیر نہ سمجھیں، چھوٹے سے چھوٹا عمل کیوں نہ ہو حقیر نہ سمجھیں۔

یعنی ایک حدیث میں آیا ہے "اتقُوا النّارَ وَلَو بشِقِّ تَمرَة": جانتے ہیں تمرۃ کسے کہتے ہیں؟ کھجور کو۔ شق کسے کہتے ہیں؟ ٹکڑے کو (آدھا کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو؛ یعنی جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو)۔

کیا کھجور کے ٹکڑے سے بھی کوئی شخص جہنم سے بچ سکتا ہے؟ جی ہاں! بچ سکتا ہے۔

کھجور کے ٹکڑے کی کیا قیمت ہے ہماری نظر میں آپ کی نظر میں کوئی قیمت ہے؟! لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قیمت ہے اُس کی؛ آپ کے پاس ایک کھجور ہے آپ خود بھوکے ہیں آپ نے آدھا کھایا اور آدھا کسی اور بھوکے کو کھلا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل بہت پسندیدہ ہے اور اس عمل سے آپ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں (سبحان اللہ)۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں معروف حدیث میں: "كَلِمَتانِ حَبِيبَتانِ إلى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتانِ علَى اللِّسانِ، ثَقِيلَتانِ في المِيزانِ ، سُبْحانَ اللَّهِ وبِحَمْدِهِ، سُبْحانَ اللَّهِ العَظِيمِ": جیسا کہ گزر چکا ہے اور اس میں بھی ظاہر ہے بلکہ صریح ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ عمل کو ہی تولا جائے گا۔

اب دلیل تو ہمیں مل گئی ہے کہ کیا چیز تُلے گی؟ عمل اچھا ہو یا بُرا ہو اعمال تولے جائیں گے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: لیکن بعض ایسے نصوص میں آیا ہے جن کا ظاہر ان نصوص کے مخالف ہے (یعنی عمل کے علاوہ بھی کوئی اور چیزیں بھی تولی جائیں گی صرف عمل نہیں ہوگا) اُن میں سے ایک حدیث جو وہی بطاقۃ والی حدیث ہے اُس میں عمل نہیں تھا بلکہ ایک کارڈ تھا یا پرچی کا جو ٹکڑا تھا وہ تھا جس میں کلمہ لکھا ہوا تھا تو یہ عمل تو نہیں ہے؛ تو نامۂ اعمال (اور سجلّات نامۂ اعمال ہیں) وہ بھی رکھے گئے اب ترازو میں۔

تو اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عمل کو تولا جائے گا جیسا کہ اُن نصوص میں جو گزر چکے ہیں سورۃ الزلزلۃ کی آیت میں اور احادیث میں "سُبْحانَ اللَّهِ وبِحَمْدِهِ، سُبْحانَ اللَّهِ العَظِيمِ" کی حدیث میں اس میں عمل ہے، اور بطاقۃ والی حدیث میں نامۂ اعمال ہیں ؛ سجلّات ایک پلڑے پر جو نامۂ اعمال ہیں بُرے اعمال ہیں، دوسرے پلڑے میں جو کاغذ کا ٹکڑا جو بطاقۃ ہے (کارڈ جو ہے) یہ، تو یہ نامۂ اعمال ہیں یعنی نامۂ اعمال بھی تولا جائے گا۔

تیسری چیز شیخ صاحب فرماتے ہی: بعض نصوص میں بعض دلائل میں یہ بھی آیا ہے کہ جس چیز کو تولا جائے گا وہ عامل خود ہے (عمل کرنے والا شخص) عمل کرنے والے کو تولا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الکھف آیت نمبر 105 میں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ((کافروں کے تعلق سے) وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا اپنے ربّ کی آیات سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھی جھٹلایا پس اُن کے تمام اعمال اکارت کردیئے جائیں گے ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ قیامت کے دن اُن کا کوئی وزن نہیں ہوگا)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)اس کے جواب میں: کوئی شخص یہ اختلاف کر سکتا ہے کہ یہ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ یعنی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو گی، تو بات قدر و قیمت کی ہے نا کہ وزن کی ہے۔

تو اِس سے واضح دوسری دلیل ہے؛ یعنی اِس آیت میں بھی یہ پیغام ہے لیکن دوسری حدیث میں معروف قصہ ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسواک توڑنے کے لیے درخت پر چڑھے تو نیچے جو تہبند تھا وہ ہوا کی وجہ سے لہرایا اور جو ٹانگیں ہیں نظر آ گئیں بڑی دبلی پتلی ٹانگیں تھیں اُن کی تو بعض صحابہ کو ہنسی آ گئی؛ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "تم کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا اس کی ٹانگوں کو دیکھ کر ہنس رہے ہو تم؟ اللہ کی قسم! اس کی ٹانگیں ترازو میں اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہیں"۔ (سبحان اللہ)۔

تو علماء فرماتے ہیں: اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ عامل کو بھی (جو عمل کرنے والا ہے اسے بھی) تولا جائے گا؛ کیونکہ جب ٹانگیں بھاری ہیں یعنی ٹانگوں کو تولا جائے گا، ٹانگیں الگ سے رکھ دی جائیں گی یا پورا خود ترازو کے اندر ہوں گے، تو عامل کو بھی یعنی عمل کرنے والے کو بھی تولا جائے گا۔

کیا چیزیں تُلیں گی ترازو میں ہم یہ بات کر رہے ہیں تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں: (۱) عمل ہے۔ (۲) عمل کرنے والا ہے۔ (۳) اور نامۂ اعمال ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے: جمع اس طریقے سے ہے کہ بعض ایسے لوگ ہیں جن کا عمل تولا جائے گا، بعض لوگوں کے نامۂ اعمال تولے جائیں گے، اور بعض لوگوں کو عمل کے ساتھ خود بھی تولا جائے گا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے: جمع اس طریقے سے ہو گا کہ جو عمل ہے جس کا وزن ہو گا وہی عمل ہو گا جو نامۂ اعمال کے اندر ہو گا، تو نامۂ اعمال جو ہے وہ تولے جائیں گے عمل کے ساتھ جو اُس میں لکھا ہے، اور جو صاحب العمل ہے (جو عمل کرنے والا ہے) تو بعض لوگوں کا اُس کا وزن ہو گا (سب کا نہیں ہو گا)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: غور و فکر کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر نصوص جو ہیں اکثر دلائل جو ہیں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ عمل کو تولا جائے گا اور بعض لوگوں کو مخصوص طریقے سے (یا خصوصی طور پر) اُن کے نامۂ اعمال بھی تولے جائیں گے اور اُنہیں خود بھی تولا جائے گا۔

یعنی نامۂ اعمال کو تُلنا اور بندے کا خود کا تُلنا جو ہے یہ سب کے لیے نہیں ہو گا؛ دیکھیں عمل سب کے تُلیں گے (اعمال سب کے تُلیں گے) لیکن بندے کا خود کا تُلنا جو ہے ترازو میں یا اُس کا نامۂ اعمال جو ہے یہ سب کا نہیں ہو گا، بعض کا ہو گا۔

اور جو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے، اور صاحب بطاقۃ کی حدیث میں آیا ہے تو یہ خاص ہو گا یعنی خاص بندوں کے لیے جیسا کہ اُس بندے کے لیے خاص تھا (صاحب بطاقۃ والے کے لیے)؛ سب کے لیے تو نہیں تھا نا اُسی کا ذکر آیا ہے؛ ورنہ اگر یہ بات ہوتی تو کلمہ سب نے پڑھا ہے پھر جہنم میں کون جائے گا؟!

یہ صاحب بطاقۃ کی حدیث جو ہے اگر ہر مسلمان کے لیے ہوتی، ظاہر ہے سب کے گناہ اتنے تو نہیں کہ ننانوے جو اُس کے اسکرولز (Scrolls) ہیں بُرے اعمالوں کے ہوں گے اور ایک بطاقۃ سے وہ جنت میں جائے گا تو کوئی کلمہ پڑھنے والا مسلمان جہنم میں جا نہیں سکتا پھر! اس کا مطلب کیا ہوا؟ کہ بعض لوگوں کے لیے یہ حدیث ہے سب کے لیے نہیں ہے، لیکن اعمال سب کے تُلیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝١٠٢﴾(المؤمنون:102)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ﴿فَمَنۡ﴾ شرطیہ ہے اور جواب الشرط ﴿فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾: اور یہ جملہ جو ہے صیغ الحصر میں آیا ہے یعنی جزاء ہے اہل ایمان کی جن کے اعمال تولے جائیں گے۔

یعنی جن کا پلڑا بھاری ہو گا اعمال کا ﴿ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾؛ فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن انداز بیان کی خوبصورتی دیکھیں ذرا شیخ صاحب فرماتے ہیں: ﴿فَمَنۡ﴾ شرطیہ ہے اس کا جواب الشرط بھی ہوتا ہے: ﴿فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾: یہ جملہ جواب الشرط ہے جزائیہ ہے؛ یعنی اُجر و ثواب جزاء کیا ملے گی جس کے نامۂ اعمال یا جس کا پلڑا بھاری ہو گا؟ فلاح پانے والے ہوں گے۔

﴿فَاُولٰٓـئِكَ﴾: جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ میں ثبوت اور استمرار (ہمیشگی) کا معنی ہوتا ہے کہ ہمیشہ فلاح پانے والے ہیں۔

اسم اشارہ جو ہے: ﴿فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾:

یہ نہیں فرمایا کہ "فهم المفلحون": ﴿فَاُولٰٓـئِكَ﴾ کا لفظ ہے اسم الاشارۃ دور کے لیے ہے، یعنی بہت بلند مرتبے میں بہت دور ہیں بہت اوپر کی طرف دور ہیں ﴿فَاُولٰٓـئِكَ﴾۔

﴿ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾: ﴿هُمُ﴾: صیغ الحصر ہے، یعنی یہی فلاح پانے والے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور نہیں فلاح پائے گا۔ جن کے نامۂ اعمال یا جن کے عمل بھاری ہوئے ترازو میں صرف اور صرف وہی فلاح پائیں گے اُن کے علاوہ کوئی اور فلاح نہیں پائے گا کامیاب نہیں ہوگا۔ لفظ ہوتا ہے"المفلح": یہ ﴿الْمُفْلِحُوْنَ﴾ جمع ہے مفلح کی: مفلح کسے کہتے ہیں؟ فلاح پانے والا۔

بڑی پیاری تعریف ہے ڈیفینیشن (Definition) جو ہے:"هو الذي فاز بمطلوبه ونجا من مرهوبه": انسان کی عام طور پر زندگی میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک طلب ہوتی ہے جو وہ چاہتا ہے، اور ایک چیز سے وہ بچنا چاہتا ہے اُس سے ڈرتا ہے رحمت ہوتی ہے، جب انسان کو اس کا مقصد مل جاتا ہے اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اُس سے بچ جاتا ہے تو اسے کہتے ہیں کامیاب۔

جو آپ چاہتے ہیں آپ کا مقصد مل گا اور جو آپ نہیں چاہتے تھے جس سے آپ کو خوف تھا یا ڈر تھا اُس سے آپ بچ گئے ہیں تو کامیاب ہوئے کہ نہیں؟ بچہ امتحان دیتا ہے کس لیے دیتا ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے؟ کہ وہ پاس ہو جائے اور فیل ہونے سے ڈرتا ہے، ہم کہتے ہیں کامیاب ہو گیا کیونکہ جو وہ چاہتا وہ اسے مل گیا جس سے وہ ڈرتا تھا اُس سے بچ گیا۔

تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"فحصل له السلامة مما يكره، وحصل له ما يحب": تو جو چیز اُسے ناپسندیدہ تھی اُس سے وہ بچ گیا اور جو چیز وہ پسند کرتا تھا اُسے وہ حاصل ہو گئی اسے کہتے ہیں کامیابی۔

مومن کیا چاہتا ہے؟ انسان کیا چاہتا ہے؟ کامیاب ہونا چاہتا ہے نا؛ بات یہ ہو رہی ہے کہ ﴿ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ کا لفظ کیوں ہے؟" صیغ الحصر" فلاح پانے والا صرف مومن ہی ہو سکتا ہے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ کیوں؟ کیونکہ ہر انسان چاہتا ہے کہ اُسے خیر ہو کوئی تنگی نہ ہو کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ عذاب سے بچنا چاہتا ہے تکلیف سے بچنا چاہتا ہے۔ یہی ہوتا ہے نا؟!

جنت میں ہر وہ خیر ہے جو انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، اور جہنم میں ہر وہ عذاب ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، ہر تکلیف جہنم میں ہے اور ہر نعمت اور خیر جنت میں ہے؛ جب مومن جنت میں داخل ہو گا کامیاب ہوا کہ نہیں؟ جو وہ چاہتا تھا اُس سے زیادہ اُسے ملا ہے، جس چیز سے ڈرتا تھا اُس سے بچ گیا ہے۔ اور"بثقل الموازين" سے مراد نیکیوں کا بُرائیوں پر راجح ہونا اور بھاری ہونا۔

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾: اس میں عربی لغت کے اعتبار سے ایک اشکال ہے (مشکل ہے) وہ کیا ہے؟ موازین جو ہے ضمیر مفرد ہے:

﴿مَوَازِيْنُهٗ﴾ ھو: موازین کے لفظ میں "ھو" (اُس کے ترازو) مفرد ہے، اور ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ جمع ہے تو کیسے ممکن ہے؟

آپ ذرا غور کریں: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ : ﴿مَوَازِيْنُهٗ﴾ ھو، یا موازین جمع ہے؟ ﴿مَوَازِيْنُهٗ﴾ ہے نا قرآن مجید میں اس آیت میں: ﴿مَوَازِيْنُهٗ﴾ اُس کے ترازو یا اُن کے ترازو؟ اُس کے اعمال۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾: جمع ہے؛ تو یہ مفرد تھا جمع کیسے آیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (یعنی یہ انداز بیان کی خوبصورتی دیکھیں): ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ﴾: "مَن" جو ہے شرطیہ ہے اور یہ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (مفرد کے لیے بھی اور جمع کے لیے بھی)، لفظ کے اعتبار سے ضمیر مفرد ہو گا معنی کے اعتبار سے جو ہے ضمیر واپس جمع کے صیغے میں ہو گا۔

اس آیت پر ذرا غور کریں سورۃ الطلاق آیت نمبر 11 میں دیکھیں اس کی مثال دیکھیں کتنے پیارے انداز میں ہے، یعنی قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ہے لیکن یہ مثال دیکھیں سورۃ الطلاق آیت نمبر 11 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾۔

دیکھیں ذرا ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا﴾: صیغہ کون سا ہے؟ مفرد ہے نا؛ ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ﴾ ھو، ﴿بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ﴾ ھو، ﴿صَالِحًا﴾۔

﴿يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾: ﴿خٰلِدِيْنَ﴾ یا "خالداً فیھا"؟ ﴿خٰلِدِيْنَ﴾ کیا ہے؟ جمع ہے (ابھی ہم بات کر رہے تھے مفرد کی یہاں پر جمع ہے)۔

﴿قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ یا لھم رزقا؟ ﴿لَهٗ﴾ پھر مفرد آ گیا۔

مفرد ہے، جمع، پھر مفرد ہے جبکہ بات کس کی ہو رہی ہے شروع میں؟ مفرد کی ہو رہی ہے۔

تو اس میں انداز بیان کی خوبصورتی دیکھیں (سبحان اللہ) کہ پہلے جو لفظ ہے لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے ضمیر، پھر معنی کے اعتبار سے جمع ہے، پھر لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے؛ تو اس طریقے سے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون:103): اشارہ جو ہے یہاں پر دور کے لیے ہے کیونکہ اُن کا مرتبہ بہت ہی پست ہے اور بُرائی میں بہت دور ہیں۔

﴿خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾: اپنے نفس کا خسارہ پانے والے ہیں۔

کافر جو ہے اپنا خسارہ اُٹھانا والا ہے کیونکہ اُس نے خود کو بھی گنوایا ہے، اپنے مال کو بھی اپنے اہل و عیال کو بھی سب کا نقصان اُٹھا چکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الزمر آیت نمبر 15 میں: ﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (کہہ دیں اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ بے شک خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن گنوایا ہے)۔

اصل خسارہ یہ ہے نعوذ باللہ! یعنی خود بھی جہنم میں، جو اُس کے ماتحت اولاد تھی بیوی تھے بچے تھے وہ بھی جہنم میں!

اس لیے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾؛ یعنی کتنے سخت الفاظ ہیں! ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (التحریم:6): اے ایمان والو! اپنے آپ کو بچاؤ ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ﴾ اور اپنے گھر والوں کو بھی۔ کس چیز سے بچاؤ؟ ایسی آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں (انسان اور پتھر ہیں!)، سخت فرشتے مقرر ہیں عذاب دینے کے لیے اور حکم کی تعمیل کرنا جانتے ہیں بس۔

اور سب سے بڑا خسارہ پانے والا وہ نہیں جس کا دنیا میں کوئی خسارہ ہو گا مال کا یا جائیداد کا یا کسی چیز کا، سب سے بڑا خسارہ یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان خود کو بھی نہ بچا سکے نہ اپنے اہل و عیال کو، نہ اپنے پیاروں کو! خود بھی جہنم میں اور اُس کے جو پیارے ہیں وہ بھی جہنم میں (نعوذ باللہ)!

شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو مومن ہے وہ خسارے سے بچ جاتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو بھی بچا لیتا ہے اپنے اہل و عیال کو بھی بچا لیتا ہے اور اپنے مال سے بھی فائدہ اُٹھاتا رہتا ہے۔

جو کافر ہیں وہ خسارے میں ہیں کیونکہ دنیا میں اُن کو کوئی فائدہ نہیں ہوا حقیقتاً سوائے نقصان کے اُن کو کچھ ملا نہیں ہے، مال دنیا میں چھوڑ کر گئے دوسروں کے لیے وہ اُس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اُن کو کوئی فائدہ اس مال کا نہ ہوا؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ التوبہ آیت

نمبر 54 میں: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ﴾(اور نہیں منع کیا گیا کہ قیامت کے دن اُن کے کو نفقات ہیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے اُن کو قبول کیا جائے ،اِلَّا یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کفر کیا)۔ تو کفر کی وجہ سے اُن کی کوئی نیکی اُن کے کام نہیں آئے گی!

یہ بعض لوگ سوچتے ہوں گے کہ کافر بھی تو اچھا کام کرتے ہیں، دنیا میں اُن کے جو بڑے خیراتی ادارے ہیں کافروں کے بہت زیادہ ہیں؛ یعنی افریقہ میں آپ جا کر دیکھیں یا کسی اور ملک میں جو غریبوں کی مدد کرنا، اُن کے بہت سارے ادارے قائم کرنا، تعلیم کے لیے صحت کے لیے بڑا خرچ کرتے ہیں خود بھی وہاں پر جاتے ہیں، بیماروں کے علاج کے لیے ہاسپٹلز قائم کرنا بہت دور دراز علاقوں میں جہاں پر ہاسپٹل کا نام ونشان نہیں ہوتا، یا کسی جگہ پر پانی کا کنواں لگانا جہاں پر لوگ پیاس کی وجہ سے یعنی پانی پینے کے لیے پانی دیکھنے کے لیے ترستے ہیں وہاں پر اُن لوگوں نے بہت اچھے اعمال کیے ہیں؛ کیا کافر کو اُس کی نیکی کا بدلہ قیامت کے دن ملے گا؟ نہیں ملے گا کیونکہ اُن کا کوئی عمل باقی نہیں رہے گا عمل تمام اکارت ہو جائیں گے کیونکہ کوئی عمل صالح تو نہیں ہے اُن کا۔ پھر اُن کے اعمال کا بدلہ کیا ہوگا؟ دنیا میں۔

اب دیکھیں دنیا میں کمپیریٹِولی (Comparatively) دیکھیں اکثر لوگ یہ کہتے بھی ہیں: کہ کیا اُن کی دیکھیں زندگی ہے صحت اُن کے پاس ہے، ماحول اُن کے پاس ہے، تعلیم، ٹیکنالوجی اُن کے پاس ہے، موسم اچھا اُن کے پاس ہے، خوبصورتی اُن کے پاس ہے، سب تو اُن کے پاس ہے نا؟!

میرے بھائی! یہ دنیا کی ہے، کافر کے لیے دنیا جنت ہے نا؟! یہی جنت اُن کی دنیا میں ہے آخرت میں اُن کے لیے کچھ بھی نہیں ہے! جو نیک عمل وہ کر رہے ہیں (نیک عمل یعنی جو کہا جاتا ہے کہ اچھا عمل کر رہے ہیں) اُن کے نزدیک وہ دنیا میں اُن کو ریوارڈ (Reward) مل گیا ہے اُس کا (اُس کو ملنا تھا اُس کے بدلے کوئی خیر دنیا میں مل چکا ہے)؛ کیونکہ کافر کی دنیا کیا ہے زندگی کیا ہے؟ یہ دنیا ہی ہے نا اور کیا ہے؟! اللہ تعالیٰ نے اُس کو دے دی ہے اب وہ کیا مطالبہ کر سکتا ہے کہ جو میں نے اچھا عمل کیا ہے اُس کا بدلہ دیں مجھے؟ نہیں! کیونکہ دنیا میں اُسے مل چکا ہے سب، بلکہ جتنا اُس نے دیا ہے اُس سے بہتر اُسے دیا ہے (سبحان اللہ)۔

لیکن قیامت کے دن جو جہنمی ہے اُس کو بند کر دیا جائے گا بند جگہ پر اور عذاب کے سوا کچھ نہیں ملے گا!

"خفۃ الموازین": ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ اس آیت میں: یعنی اُس کی بُرائیاں جو ہیں اُس کی اچھائیاں (نیک اعمال) سے زیادہ ہوں گی، یا نیک اعمال کا فقدان ہو گا ہوں گے ہی نہیں، اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ کافروں کے وزن بھی تولے جائیں گے جیسا کہ اس

آیت کے ظاہر میں دوسری آیت میں بھی آیا ہے، اور یہ ایک قول ہے اہل علم کا یعنی اہل سنت والجماعت کا اس میں اختلاف ہے کہ کافروں کے اعمال تُلیں گے کہ نہیں تُلیں گے؛ ایک قول ہے کہ اِن کے اعمال بھی تُلیں گے جیسا کہ اِس آیت میں آیا ہے ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ تُلیں گے تو ہلکے پڑیں گے نا، دوسرا قول یہ ہے کہ کافروں کا کوئی عمل نہیں تولا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝﴾(الكهف:103-105)۔

تو اس آیت میں: ﴿فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾: تو دوسرا قول علماء کا یہ ہے کہ کافروں کا کوئی عمل کا وزن نہیں ہوگا؛ والله أعلم۔

تو یہ چند اہم باتیں تھیں ترازو کے تعلق سے، اگلے درس میں ان شاء اللہ نامۂ اعمال کے تعلق سے ہمارا کیا ایمان ہونا چاہیے اُس کے کیا دلائل ہیں، نامۂ اعمال کیا ہوتا ہے کیسے ملے گا اور کس طریقے سے، اس کے اندر چند اہم باتیں مخالفین نے کیا کہا ہے اور کیا دلائل ہیں اس تعلق سے اگلے درس میں (ان شاء اللہ) بیان کریں گے۔

آج کی نشست میں میرا خیال ہے کہ جو چیزیں تھیں بالکل واضح ہیں ترازو کے تعلق سے؛ ترازو حقیقت ہے حسّی ترازو ہوگا، دو پلڑے ہوں گے اعمال تولے جائیں گے، بعض لوگوں کا نامۂ اعمال بھی تُلے گا بعض لوگ خود بھی تُلیں گے، اور جنہوں نے مخالفت کی ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور مخالفت کرنے والے جو ہیں کیونکہ نص کی مخالفت کی ہے اور اس پر اجماع ہے اہل سنت والجماعت کا (سلف کا اجماع ہے) کہ ترازو حقیقت ہے نا کہ معنی ہے، عدل وانصاف کا معنی جس نے لیا ہے اُس نے غلط کیا ہے کیونکہ یہ اجماع کے بھی اور نصوص کے بھی خلاف ہے۔((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (079.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio